ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-26

ماخذ تحقیقی مجلہ

ڈاکٹر صائمہ اقبال
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد
ڈاکٹر پروین اختر کلو
ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ اردو گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد
عائشہ مجید
ایم۔فل اسکالر شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد

"مکالمات" خرم سہیل۔ایک تجزیاتی مطالعہ

Dr.Saima Iqbal*
Assistant Professor, Department Urdu Govt College University, Faisalabad.
Dr. Parveen Akhtar Kullu
Associate Professor, Department Urdu Govt College University, Faisalabad.
Ayesha Mujeed
M.Phil scholar department Urdu, Govt College University, Faisalabad.

***Corresponding Author:**

"Dialogues" Khurram Sohail. An Analytical Study

Khurram Sohail's interviews like stories and characters have many meanings hidden in them. There are layers of meaning in them. A desert of words is a forest of state. There are mirrors of wishes and birds of prayers. The questions asked in the interviews, which seem to fly in his conversation, confirm that Khurram Sohail is well versed in the art of research and spontaneity. Along with an interest in poetry and fine arts, philosophy, psychology also has a keen eye for historical background and current affairs. They avoid repeating things, write their thoughts in a logical manner, have a keen eye on the past, present and future in the context of each topic. After reading

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-26

ماخذ تحقیقی مجلہ

this book, one feels the true dedication to Khurram Sohail's work. The special feature of Khurram Sohail's interviews is that he understands the depth and breadth of the world's political, cultural and social issues, and while he adds to the reader's knowledge, he also captures the emotions and feelings of his interviews .This article presents an analytical study of "Batoon ki piali main thandi chay" "Surmaia" "segha Baig" and " Sazindhy".

Key Words: *Khurram Sohail, Dialogues, interviews, "Batoon ki piali main thandi chay" "Surmaia" "segha Baig" and " Sazindhy".*

خرم سہیل کے آباؤ اجداد کا تعلق کشمیر سے ہے، لیکن گزشتہ کئی دہائیوں سے آپ کے بزرگ جہلم اور چکوال کے علاقوں میں سکونت پذیر ہیں۔ حصول رزق کی خاطر، ان کے دادا محمد اشرف، گوجرانوالہ آگئے۔ جبکہ نانا غلام حسین نے ملتان کی سمت رخ کیا۔ اپنی ایک کتاب "باتوں کی پیالی میں ٹھنڈی چائے" کے دیباچے میں خرم سہیل لکھتے ہیں کہ:

> "ان کے دادا نے گوجرانوالہ میں مشہور نجی پبلک لائبریری قائم کی، جس کا نام "نسیم اشرف لائبریری" تھا۔ ان کے نانا بھی تدریس سے وابستہ تھے، وہ ملتان کے ایک نواحی علاقے، خانیوال کے نزدیک ایک قصبے "پیرووال" میں اسکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔"(۱)

خرم سہیل کا بچپن گوجرانوالہ میں ہی گزرا۔ انہوں نے پرائمری تک تعلیم اپنے آبائی شہر ہی میں حاصل کی۔ ان کے اسکول کا نام "ایف جے سائنس ہائی سکول" ہے، جہاں انہوں نے پانچویں جماعت تک تعلیم حاصل کی، پھر ۱۹۹۵ء میں ان کے والدین روزگار کے سلسلے میں کراچی منتقل ہوگئے۔ اس شہر میں سب سے پہلے یہ کراچی کے علاقے نارتھ ناظم آباد میں رہائش پذیر ہوئے، اس کے بعد سہراب گوٹھ (معمار اسکوائر) پھر گلشن اقبال (گلزار ہجری) میں رہائش اختیار کی۔ اب یہ اپنے اہل خانہ کے ہمراہ، کلفٹن کے علاقے میں رہائش پذیر ہیں۔ انہوں نے فیڈرل بی ایریا کے علاقے میں یوسف پلازہ کے نزدیک واقع "وائی اے ماڈل اسکول" میں داخلہ لیا۔ وہاں مس عائشہ سمیت دیگر اساتذہ نے روایتی تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ، ان کے اندر کے تخلیق کار کو اجاگر کیا۔ مس عائشہ نے راقمہ کو انٹرویو دیتے ہوئے بتایا کہ:

> "خرم سہیل بہت محنتی بچہ تھا۔ کلاس کے باقی بچوں کی پڑھائی میں بہت مدد کرتا تھا۔ خرم ادب سے دلچسپی رکھتا تھا۔ ان کو اندازہ تھا کہ یہ زندگی میں آگے چل کر ادب سے وابستہ

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-26

ماخذ تحقیقی مجلہ

ہو گا، ہاں یہ بھی ہو سکتا تھا کہ وہ انگریزی ادب میں مہارت حاصل کر لیتا۔ خرم خوشیاں بانٹنے والا انسان ہے۔" (۲)

خرم سہیل نے اپنے اس اسکول کے لیے کوئز، ڈرامے اور تقریری مقابلوں میں بہت سارے انعامات جیتے۔ اسی کارکردگی کی بنیاد پر ان کو کئی سیکنڈری اسکولوں سے داخلے کی پیشکش تھی۔ انہوں نے "اینگلو اور ینٹل بوائز سیکنڈری اسکول" کا انتخاب کیا، جو فیڈرل بی ایریا کے قریب دستگیر کے علاقہ میں واقع تھا۔ خرم سہیل راقمہ کو انٹرویو دیتے ہوئے بتاتے ہیں کہ:

"جب سے انہوں نے ہوش سنبھالا تو کتاب ان کے ہاتھ میں ہے۔ اُن کو خود بھی معلوم نہیں کہ کس نے کتاب اُن کے ہاتھ میں دی تھی۔ شاید یہ وراثت میں ان کو اپنے دادا اور نانا سے ملی ہے۔" (۳)

اپنے تعلیمی اخراجات کے لیے مختلف نوعیت کی جز وقتی ملازمتیں کیں۔ خرم سہیل راقمہ کو انٹرویو دیتے ہوئے بتاتے ہیں کہ:

"خرم سہیل کے والد مزدور ہیں گھریلو مسائل کی وجہ سے زمانہ طالب علمی میں ہی تعلیمی اخراجات کو پورا کرنے کے لیے اردو کی ٹیوشنز پڑھانے لگے۔" (۴)

ریڈیو پاکستان کے پروگرام "یوتھ فورم" کے لیے انٹرویوز کرنے کا سلسلہ شروع کیا، اپنی پروڈیوسر بشریٰ نور خواجہ کی نگرانی میں آگے بڑھتے رہے، اے ایم نشریات سے ہوتے ہوئے ایف نشریات تک آئے اور ایف ایم ۱۰۱ سے وابستگی اختیار کی اور تمام اوقات کار کی نشریات کیں۔ اس عرصے میں میڈم ربیعہ اکرم سے بھی بہت کچھ سیکھا، وہ سینئر براڈکاسٹر ہیں۔ اس کے علاوہ دھنک ایف ایم ایف ۹۴ میں بھی ملازمت کی۔

وہ انٹرویو جو مختلف اخبارات، ریڈیو، ٹیلی ویژن، مختلف آن لائن ویب سائٹ، اخبارات، آن لائن ویب سائٹ کے لیے کیے گئے انٹرویوز ان کی تفصیلات درج ذیل ہیں۔

خرم سہیل کافی عرصہ تک روزنامہ نوائے وقت کراچی اخبار میں جمالیات کے نام سے کالم لکھتے رہے جس میں بہت ہی دلچسپ موضوعات پر بات کرتے رہے ہیں خرم سہیل کو سوشل میڈیا پر مختلف ذرائعے ریڈیو، ٹیلی ویژن، مختلف آن لائن ویب سائٹ، اخبارات کے لیے انٹرویو کرتے دیکھا جا سکتا ہے خرم سہیل کو انٹرویو کرنے کا شوق شروع سے تھا اس لیے زمانہ طالب علمی میں ہی آغاز کر دیا تھا۔ ابھی بھی ایف ایم ریڈیو ۱۰۵ پر خیال پرندے کے نام

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-26

ماخذ تحقیقی مجلہ

سے شو کرتے ہیں خرم سہیل نے تین کتابیں اپنے لیے گئے انٹرویو پر لکھی جس میں مختلف شخصیات، شوبز، بین الاقوامی شخصیات کے انٹرویو درج ہیں۔ خرم سہیل کو انٹرویو لینے میں ماہرات حاصل ہیں چائے خانہ شو میں ۱۵۰ سے زیادہ شخصیتوں کے انٹرویو لیے خرم سہیل کا سہ ماہی رسالہ مہورت جس کا دوسرا ایڈیشن آچکا ہے اس میں ملکی غیر ملکی اداکاروں کی کارکردگی کو سہرایا جاتا ہے۔ یوں خرم سہیل کو یوٹیوب اور دیگر ویب سائٹ پر انٹرویو کیے دیکھا جا سکتا ہے۔ ان انٹرویوز کی تفصیلات درج ذیل ہیں۔ خرم سہیل کی کتاب "باتوں کی پیالی میں ٹھنڈی چائے" کے لیے، سہیل وڑائچ نے اس کتاب پر اپنی رائے کچھ یوں دی ہے:

> ”خرم سہیل کے انٹرویوز کی خاص بات یہ ہے کہ انہیں دنیا کے سیاسی، ثقافتی اور سماجی معاملات کی گہرائی اور وسعت کا احساس ہے اور وہ اپنے انٹرویوز میں جہاں اپنے قاری کے علم میں اضافہ کرتے ہیں، وہاں اپنے مہمان کے جذبات ور احساسات بھی پوری سچائی سے بیان کرتے ہیں۔“(۵)

باتوں کی پیالی میں ٹھنڈی چائے

خرم صاحب کی یہ سب سے پہلی کتاب ہیں جس کو بہت سے نام ور لوگوں نے سراہا۔ اس کتاب کے ۲ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں پہلا ایڈیشن ۲۰۰۹ء میں دوسرا ۲۰۱۲ء میں۔ اس کتاب میں ادب، شوبز اور بین الاقوامی شخصیات کے انٹرویو دیکھنے کو ملتے ہیں۔

خرم صاحب نے زمانہ طالب علمی کے دور میں ہی ریڈیو کے لیے انٹرویو کرنے شروع کر دیئے تھے ۲۰۰۵ء میں خرم صاحب نے انٹرویو لینے کا آغاز کیا۔ کراچی یونیورسٹی کے اساتذہ اور دیگر تدریسی لوگوں کے انٹرویو سے آغاز کیا پھر خرم صاحب کو ٹیلی وژن کے لیے انٹرویو کرنے کا موقع ملا ARY میں محمود شام کے ساتھ ایک پروگرام کی آفر آئی مگر کسی وجہ سے وہ کام نہیں کر پائے جیونیوز کے مشہور صحافی شاہ زیب خانزادہ جو خرم صاحب کے دوست بھی ہیں ان کے ساتھ بھی کسی وجہ سے کام نہیں ہو پایا۔

خرم صاحب کلچر کے بارے میں انٹرویو کرنا چاہتے تھے اس لیے جے۔ ٹی وی پر چائے خانہ کے نام سے ۱۵۰ انٹرویو کیے جس میں مختلف سکالرز، پبلشرز، ناشر، ادیب، موسیقار، گلوکار کے انٹرویو کیے گئے ہیں۔ اس میں کئی ایسے لوگوں نے بھی انٹرویو دیئے جو ٹیلی ویژن پر آتے بھی نہیں تھے جیسا کہ پاکستان کے سابق صدر جنرل مشرف کی بیٹی عائلہ رضا کا انٹرویو، ڈاکٹر بلال نقوی کا انٹرویو، اقبال دیوان کا انٹرویو شامل ہیں۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-26

ٹیلی ڈان نیوز ڈان ویب سائٹ ڈان اُردو خرم صاحب نے اس چینل کے لیے بھی بہت سارے لوگوں کے انٹرویو کیے ہیں۔

یہ پہلی تخلیق خرم صاحب کے لیے بھی بہت قیمتی ہیں خرم صاحب نے اس کتاب کو تخلیق کرتے ہوئے نہ صرف زبان و بیان کی تراکیب کو سیکھا بلکہ انسانی کرداروں کے بدلتے رویوں کی بے حسی سے بھی آشنا ہوئے۔ خرم صاحب نے اس کتاب کے لیے ڈاکٹر وزیر آغا جیسی شخصیتوں کے انٹرویو کیے خرم سہیل صاحب اس کتاب کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

> ”اس کتاب کا نام، میں نے مظہر الاسلام کی اجازت سے مستعار لیا تھا۔ ایک نام نہاد خاتون صحافی نے تیسرے درجے کے میگزین میں اس کتاب پر مضمون لکھ کر یہ انکشاف کیا کہ یہ نام میں نے کہیں سے مستعار لیا ہے، اگر ان میں تھوڑا سا بھی پیشہ ورانہ شعور ہوتا تو یقیناً تیسرے درجے کے میگزین میں، کسی دوسرے کی تقریب کا ذکر کرتے ہوئے، اپنے بارے میں ”میں“، ”میں“ کی رٹ نہ لگا رہی ہوتیں بلکہ یہ پتہ کرتیں کہ کتاب کا نام اور مرکزی خیال کیا ہے اور یہ کتاب کس طرح مرتب ہوئی۔“(۶)

فراست رضوی صاحب نے خرم صاحب کے بارے میں کہا ہے ان کی زندگی کی اولین ترجیح ادب اور آرٹ ہے۔ خرم اپنے ”سینئرز“ کا بہت احترام کرتے ہیں۔

کسی بھی شخصیت سے انٹرویو کرنے کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ انٹرویو کرنے والے کو اپنی روبرو شخصیت کے کام، خیالات اور سوانح کا مکمل علم ہوا اور اس کے ساتھ ساتھ اُسے اس موضوع کی ضروری آگہی بھی ہونی چاہیے۔ جس کا تعلق اس شخصیت سے ہو اسی لیے یہ مشکل اور ذمے داری کا کام ہے۔ اس میں ادھر اُدھر کی گول مول باتیں نہیں چلتیں۔ کیونکہ آپ کے سامنے ایک ایسی ہستی بیٹھی ہوتی ہے جس نے کسی ایک خاص شعبے میں کمال حاصل کیا ہوتا ہے۔

خرم صاحب کے انٹرویو میں محنت صاف نظر آتی ہے انہوں نے جس کا بھی انٹرویو کیا، پہلے اس کے بارے میں پوری معلومات حاصل کی۔ اس کے بارے میں رسالوں اور کتابوں سے مدد لی اس شعبے کے دوسرے لوگوں سے اس کے بارے میں دریافت کیا خرم نے تخلیقات کا جائزہ لیا تب جا کہ وہ اپنے سوالات تیار کرتے ہیں خرم

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-26

ماخذ تحقیقی مجلہ

صاحب نے اپنے انٹرویو میں بیک وقت تنقید، افسانہ، نظم، غزل، ناول، ڈراما، شوبزنس، فیشن اور اداکاری پر بہترین سوالات کیے اور انہیں ایک گفتگو کی شکل میں فکری نتیجے تک پہنچانے کی کوشش کی۔

خرم صاحب ادبی اور ثقافتی موضوعات پر سوال کرتے ہوئے بڑے پختہ کار نظر آتے ہیں شاید اس کی وجہ ان کی محنت ہے۔ خرم صاحب کے انٹرویو کے مطالعے سے مجھے بعض بڑے لوگوں کے بارے میں بہت سی نئی نئی باتیں معلوم ہوئیں۔ کئی قلمکاروں اور فنکاروں کی زندگی کے ذاتی گوشوں سے آگاہی حاصل ہوئی، یہ انٹرویو رنگارنگ معلومات، علم اور خیال افروز باتوں سے سجے ہوئے ہیں خرم صاحب نے "ٹودی پوائنٹ" سوالات سے بہت سی بند کھڑکیوں کو کھولا ہے۔ زندگی کے نئے اور دلکش مناظر جو ہمیں متاثر کرتے ہیں۔ سینئر صحافیوں نے بھی اس کتاب کے بارے اپنی رائے دی ہیں۔ فاضل جمیلی تخلیقی صحافت کا ایک اور چراغ کے نام سے خرم صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں:

"صحافت سے وابستہ ادیبوں کو یہ قدرت حاصل ہو جاتی ہے کہ وہ تخلیقی ادب اور صحافت کے درمیان پائی جانے والی نایدہ لکیر اپنی منشا سے عبور کرتے ہیں یقین رکھنا چاہیے کہ خرم سہیل نے بہت کم عرصے میں اس نادیدہ لکیر کا ادراک کر لیا ہے۔ دشت صحافت کی سیاحی میں اسے طویل مسافت طے کرنی ہے لیکن خوشی اس بات کی ہے کہ وہ سفر کی صعوبتوں اور کٹھنائیوں سے نہ صرف پوری طرح آگاہ ہے بلکہ ان کے مقابلے پر کمربستہ بھی دکھائی دیتا ہے۔"(۷)

نئے دیوانوں کو دیکھیں تو خوشی ہوتی ہے
ہم بھی ایسے ہی تھے جب آئے تھے ویرانے میں

(احمد مشتاق)

اچھا انٹرویو کار وہ ہوتا ہے جو انٹرویو کے دوران زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرے، اپنے مدِ مقابل کے دل میں جھانکے اور یہاں خانے میں چھپے خیالات، تصورات اور راز باہر نکال لائے خرم صاحب کے انٹرویو پڑھ کر معلوم ہوتا ہے وہ اہم موضوعات کو چھیڑ کر وہ پر چھا جانے کا خبط ان میں بالکل نظر نہیں آتا۔ جاپان کے پروفیسر خرم سہیل کے بارے میں کہتے ہیں:

"خرم سہیل کے انٹرویو کی خاص بات یہ ہے کہ انہیں دنیا کے سیاسی، ثقافتی اور سماجی معاملات کی گہرائی اور وسعت کا احساس ہے اور وہ اپنے انٹرویو میں جہاں اپنے قاری کے علم

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-26

ماخذ تحقیقی مجلہ

میں اضافہ کرتے ہیں، وہاں اپنے انٹرویو کے جذبات اور احساسات بھی پوری سچائی سے بیان کرتے ہیں۔"(۸)

خرم صاحب کی اس کتاب کی ایک اور بہت اچھی بات ہے اس میں انٹرویو دینے والی شخصیت کے انٹرویو کے ساتھ مختصر تعارف بھی دیا ہوا ہے جس سے قاری کو زیادہ سہولت ہو جاتی ہیں جیسا کہ سب سے پہلے انتظار حسین کا انٹرویو ہے اس انٹرویو سے پہلے ایک صفحہ پر ان کا مختصر تعارف درج ہیں جس میں ان کی تاریخ پیدائش، تعلیم، بطور افسانہ نگار، ناول نگار، ہر پہلو کا مختصر سا تعارف دیا ہیں۔

خرم صاحب نے انتظار حسین سے ادب، معاشرے کے بنیادی مسائل کے متعلق سوالات کیے مختلف شخصیتوں کے بارے میں سوالات کیے جو ان کی زندگی پر بہت اثر رکھتی تھی۔ خرم سہیل نے انتظار حسین سے ایک سوال میں پوچھا آپ نے مختلف کتابوں کے تراجم بھی کیے ہیں، ترجمہ کس بنیادی پر کرتے ہیں؟

جواب میں انتظار حسین نے کہا جو تحریر مجھے اچھی لگے۔ مجھے چیخوف کا جتنا کام تراجم میں ڈھالنا چاہیے تھا وہ میں نہیں کر سکا۔ ترجمے سے بھی میں نے بہت کچھ سیکھا اور ساتھ انتظار حسین نے بتایا کہ ہمارے ہاں تراجم کم ہو رہے ہیں جو ہو رہے ہیں وہ بہت خراب ہیں۔ چند مشہور ادیبوں کے نام جن کے خرم سہیل نے انٹرویو کیے:

ڈاکٹر اسلام فرخی	(محقق، ادیب، شاعر)
مستنصر حسین تارڑ	(ادیب، ناول نگار، سفر نامہ نگار، نثر فکشن)
امر جلیل	(ڈائریکٹر جنرل پاکستان نیشنل کونسل آف دی آرٹس، وائس چانسلر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی)
ڈاکٹر رشید امجد	(نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویج شعبہ اردو کے چیئرمین، ناقد، محقق، افسانہ نگاری)
شاندانہ منہاس	(انگریزی ناول نگار، اسکرپٹ رائٹر، کالم نویس)
ڈاکٹر جمیل جالبی	(تحقیق، تنقید، ترجمہ نگار)
ڈاکٹر وزیر آغا	(ادیب، تخلیق کار)
ڈاکٹر سلیم اختر	(تنقید نگار، افسانہ نگار، ناولنگار)
ڈاکٹر مبارک علی	(مصنف)

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-26
ماخذ تحقیقی مجلہ

ڈاکٹر ممتاز احمد خاں (تنقید نگار، ناول نگار)

یہ تمام ادیب، مصنف، نثر نگار، تنقید نگار، تخلیق کار، افسانہ نگار اور ناول نگار جیسی بڑی ہستیاں کا خرم صاحب نے انٹرویو کیے ہیں اور اس میں بہت ہی دلچسپ سوالات کیے گئے جس میں تعلیم، ادب کی موجودہ صورت حال جیسی صورتوں پر بات کی گئی ہے۔

خرم صاحب نے وزیر آغا جیسی ہستی کا انٹرویو کیا جن کو اُردو ادب میں شاید ہی کوئی نہ جانتا ہو لٹریچر سے تعلق رکھنے والے اس ہستی کو بہت اچھے جانتے ہیں ان کی ۵۰ سے زائد کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

خرم صاحب وزیر آغا صاحب سے ادب کے متعلق سوالات کیے تعلیم کے موضوع پر چند سوالات بہت عمدہ کیے گئے جیسا کہ خرم صاحب نے اپنے ایک سوال میں پوچھا ایک عام خیال یہ بھی ہے سینئر ادیبوں نے، نوجوانوں کو ادبی ورثہ منتقل نہیں کیا؟

ادبی ورثہ کس طرح منتقل ہوتا ہے؟ آپ تخلیق کرتے ہیں، کتابیں شائع ہوتی ہیں پھر ایک مڈل مین ہوتا ہے، وہ جامعات اور تعلیمی اداروں میں پڑھانے والے اساتذہ ہیں، ان کا ذوق اچھا ہونا چاہیے مجھے یاد ہے جب میں گورنمنٹ کالج لاہور میں پڑھا کرتا تھا وہاں ایک انگریزی استاد تھا وہ ہمیں انگریزی میں شاعری پڑھایا کرتا تھا اور اس پر گفتگو بھی کرتا تھا، اس طریقے سے ادب کا ورثہ منتقل ہوتا ہے ہمارا تعلیمی نظام بھی ادب کے زوال میں برابر کا شریک ہے، پہلے ادبی تنظیمیں ہوتی تھیں، ادبی رسائل و جرائد ہوتے تھے پھر مستند اور بزرگ شعرا ہوتے تھے جو مل جل کر بیٹھتے تھے اور اپنی گفتگو سے نوجوان کی علمی پیاس بجھاتے تھے۔ اب یہ ادارے بھی ختم ہو چکے ہیں۔

خرم سہیل صاحب نے سوال پوچھا آپ نے ادبی تخلیق کا رخ سائنس کی طرف موڑ دیا؟

جی ہاں! اس کی طرف بھی اور وحدت الوجود کی طرف بھی، وحدت الوجود تو ہمارے پاس پہلے سے موجود ہے۔

اسی طرح ادب میں ڈاکٹر سلیم اختر جیسے بہت بڑے تنقید نگار بھی ہیں اور خرم صاحب نے ان سے تنقید کے مختلف پہلوؤں پر بات کی ہر طرح کی تنقید کو سامنے لانے کی کوشش کی خرم صاحب نے سلیم اختر صاحب سے نفسیاتی تنقید کے بارے میں بھی چند سوالات کیے اور جن کا سلیم صاحب بہت عمدہ جواب دیا اور کچھ نئے پہلو قاری کے لیے سامنے لا کر رکھ دیئے۔ جیسا کہ خرم صاحب نے ان سے معیاری تنقید کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب میں کہا:

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-26
ماخذ تحقیقی مجلّہ

"تخلیقی اصناف کے حوالے سے روح عصر کو دریافت کیا جائے اور پھر اس تناظر میں تہذیبی رویوں اور ثقافتی پہلوؤں کو سمجھا جائے۔"(۹)

خرم صاحب نے ایک اور سوال میں ان سے پوچھا آپ نے تنقید میں "نفسیاتی پہلو" کا رجحان متعارف کروایا، اس کا خیال کیسے آیا؟

ج: اس کے لیے آپ تھوڑا پیچھے جانا ہو گا، میں نے ۵۰ کی دہائی میں بی اے کیا تھا بنیادی طور پر میں فلسفے اور نفسیات کا طالب علم تھا، میں فلسفے میں ایم اے کرنا چاہتا تھا، مطالعے کی عادت مجھے بچپن سے تھی، میں نے بہت کم عمری میں ان مضامین کو بہت گہرائی سے پڑھا، میں فلسفے میں گھر کے معاشی حالات کی وجہ سے ایم اے نہیں کر سکا۔ میں نے ملازمت شروع کر دی، پھر مطالعے کا رخ بدل گیا، نفسیات کے موضوع سے مجھے طبعی دلچسپی تھی۔

۱۹۶۲ء میں لیکچرار کی حیثیت سے میں ملتا آیا، اس وقت میں ہلکا پھلکا لکھتا رہتا تھا مگر میرا نفسیات کے حوالے سے ذہن بن چکا تھا۔ لہٰذا میں نے جب اس پر کام شروع کیا تو مجھے خاصی تنقید کا سامنا کرنا پڑا۔ کیونکہ میں نے بہت بولڈ موضوعات پر بات کی تھی، ہمارے ہاں نفس پرستی کی اجازت تو ہے مگر نفسیات کو بطور علم نہیں لیا گیا۔ ہمارے جماعت اسلامی کے ایک دانشور کا یہ کہنا تھا، نفسیات عالم اسلام کے اخلاف یہودیوں کی سازش ہے۔ جبکہ نفسیات ایک علم ہے۔ جب اس کے لیے ہمارے ملک کے پڑھے لکھے لوگوں کا رویہ یہ ہو تو پھر کیا گیا جا سکتا ہے۔

ڈاکٹر جمیل جالبی اُردو ادب کے جانے مانے نمایاں شخصیت کے مالک جن سے خرم صاحب نے تنقید کے بارے میں چند سوالات کیے۔

خرم صاحب نے ان سے سوال کیا آپ نے انگریزی ادب کی تنقید کو تراجم میں ڈھالا جو کہ اپنی نوعیت کا منفرد کام تھا "ارسطو سے ایلیٹ تک" آپ کی مشہور کتاب ہے، اس حوالے سے آپ کو لکھنے کا خیال کیسے آیا؟ نئی نسل اصلی حوالہ جات کو پڑھے بنا اپنی تحریروں میں "کوڈ" کرتا ہے اس لیے میں نے سوچا کہ ان کو مغرب کے ادب کا تعارف کروا دیا جائے۔ اسی مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے انگریزی کے ڈھائی ہزار سالہ ادب کو "ارسطو سے ایلیٹ تک" میں سمیٹا۔

خرم صاحب نے چند مشہور شعراء کے انٹرویو کیے جن میں:

جمیل الدین عالی	(غزل، نظم، گیت)
نصیر ترابی	(کلاسیکی غزل)

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-26
ماخذ تحقیقی مجلہ

رسا چغتائی	(شعری مجموعے، ریختہ، زنجیر ہمسائیگی، تصنیف، چشمہ ٹھنڈے)
سحر انصاری	(شاعری، ادبی تنقید، ہائیکو اور نثری مضامین)
افتخار عارف	(غزل، نظم، مذہبی شاعری)
انور شعور	(غزلیات کے تین مجموعے اندوختہ، مشق سخن، می رقصم)
عزم بہزاد	(شعری مجموعہ ۱۹۹۷ء میں شائع ہوا)
احمد ہمیش	(نثری نظم، تراجم، افسانہ نگار)
مسعود امجد علی	(انگریزی شاعر، نظمیں)
فرحت عباس شاہ	(شاعری، گلوکار)

جمیل الدین عالی کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں انہوں نے غزل، نظم، گیت، دوہے کی اصناف میں اپنی تخلیقی صلاحیتوں کا اظہار کیا خرم صاحب نے ان سے شاعری کی مختلف اصناف کے بارے میں ان سے سوالات کیے اور ان کی سب سے عزیز صنف پر بھی سوال اٹھائے جس میں انہوں نے بتایا کہ قومی گیت زیادہ لکھے۔

دوہے جو ان کا بنیادی حوالہ ہے اس کے بارے میں بھی خرم صاحب نے سوال کیا۔

دوہے کی صنف آپ کا بنیادی حوالہ بن گئی ہے دوہے لکھنے کا خیال کیسے آیا؟

میں نے کبھی اس کا علمی تجزیہ نہیں کیا۔ میں سادہ باتوں کو ادبی رنگ نہیں دیتا، دوہا بھی ایک سادہ سی صنف ہے اور ہندوستان میں تو اس پر بے پناہ کام ہوا ہے۔ لیکن ہمارے ہاں اس پر اتنا کام نہیں ہوا۔ ہمارا آبائی علاقہ ”لاہورو“ ہے اور میں تعلیم کے سلسلے میں جب ”دلی“ منتقل ہوا تو شام میں اکثر میں ”آٹھ بازار“ جاتا تھا وہاں ہر جمعرات کو ٹولیاں جمع ہوتی تھیں، ایک ٹولی دوسری کو مصرع دیتی تھی اور اس طرح ایک دوسرے سے ان کا مقابلہ چلتا تھا، ان مقابلوں میں جو شعر تھے وہ دوہے کی طرز پر تھے، میں نے یہ وہاں سے سیکھا اور پھر کبھی کبھی میں خود بھی کسی ایک ٹولی میں شریک ہونے لگا اور کبھی دوسری ٹولی والے مجھے اپنے ساتھ شامل کر لیتے، اس طرح میں نے دوہے کی صنف کو عملی طور پر سمجھنا شروع کیا۔ میں نے جب دوہے باقاعدگی سے لکھنے شروع کیے تو غزل والوں نے اعتراض بھی کیا مگر میں لکھتا رہا۔

اس طرح خرم صاحب نے شاعری سے متعلق بہت عمدہ سوالات کیے اور انہوں نے بتایا کہ میں اپنے کسی بھی کام سے مطمئن نہیں ہوں کیونکہ میرا کوئی بھی کام حتمی طور پر پایہ تکمیل تک نہیں پہنچا، وہ چاہے غزل ہو یا نظم یا

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-26
ماخذ تحقیقی مجلہ

پھر وہ دیگر اصناف جن میں بھی کام کیا ہے۔ جمیل صاحب نے سخت محنت کو اپنا اشعار بنا لیا، لکھتے رہے اور کام کرتے رہے۔

ایک اور معروف شخصیت سحر انصاری سینئر شاعر ہیں تدریس کے شعبہ سے ۳۵ برس وابستہ رہے۔ انہوں نے نہ صرف شاعری بلکہ ادبی تنقید، ہائیکو اور نثری مضامین بھی تحریر کیے خرم صاحب سحر انصاری صاحب سے تدریس کے حوالے سے مختلف سوالات کیے اور بہت کچھ جاننے کی کوشش کی اور نئی باتیں سامنے لائے اور ان کے کام کے متعلق بھی چند ایک سوالات کیے جیسا کہ خرم صاحب نے سوال کیا نثر میں آپ نے کس نوعیت کا کام کیا؟ ادبی مضامین، شخصی مضامین لکھے اور تراجم بھی کیے۔ میں نے سارتر کے مضامین کا ترجمہ کیا۔ اس کے علاوہ ہائیکو کی تکنیک کے حوالے سے جو لوگ کام کر رہے ہیں اور اس کے اہم ارا کین ہیں، میں بھی ان میں سے ایک ہوں۔

تدریس کے حوالے سے کچھ یوں سوالات کیے:

آپ تدریس کے شعبے سے بھی وابستہ ہیں لہٰذا آپ طلبا کی نفسیات سے بھی بخوبی واقف ہوں گے تو یہ بتائیے کہ آج کا طالب علم اردو سے کیوں خوف زدہ ہے؟

آج کا نوجوان اردو کی وجہ سے خوف زدہ یوں ہے کہ نہ تو اس کے والدین توجہ دے رہے ہیں اور نہ استاد اپنا وہ کردار ادا کر رہے ہیں جو اس کو اردو کی راغب کرنے کے لیے کرنا چاہیے۔ لیکن ایک بات یہ بھی ہے کہ ہمارے ہاں لوگ اٹالین، جرمن، اسپینش اور دیگر غیر ملکی زبانیں تو سیکھ لیتے ہیں جن کا بولنے والا بھی یہاں مشکل ہی سے کوئی ملے گا مگر اردو جو کہ پورے ملک میں بولی جارہی ہے، اس کو سیکھنے میں کیا قباحت ہے۔ یہ ایک طرح سے احساس کمتری ہے، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ انگریزی زبان آگئی ہے تو ہم دنیا کے منتخب لوگوں میں شمار ہو جائیں گے۔ اس تاثر کو ختم کرنے کی ضرورت ہے ورنہ یہ احساس کمتری ہمیں لے ڈوبے گئی اور نہ ہم اِدھر کے رہیں گئے اور نہ اُدھر کے رہیں گئے۔ میرا تو اس سلسلے میں یہی معروضہ ہے۔

شوبز کے متعلق شخصیات کے انٹرویو ریڈیو، تھیٹر، ٹی وی، فلم سے وابستہ کچھ لوگوں کے انٹرویو خرم صاحب نے اس کتاب میں درج کیے ہیں:

ضیا محی الدین	(فلم بینی، ڈراما، شو)
کمال احمد رضوی	(تھیٹر، ڈراما، ادیب، اداکار)
طلعت حسین	(ریڈیو، ٹی وی، فلم، تھیٹر)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-26
ماخذ تحقیقی مجلہ

انور مقصود	(ڈراما نگار، گیت نگاری، مصوری)
نعیم بخاری	(وکالت، کمپیئر نگ، ٹی وی کے لیے میزبانی فرائض)
آصف رضا میر	(ڈراما، فلم)
فاروق قیصر	(اسکرپٹ رائٹر، شاعر، مزاحیہ پروگرام)
توقیر ناصر	(تھیٹر ڈائریکٹر، اداکار)
روبینہ اشرف	(اداکارہ)
ثانیہ سعید	(اداکارہ)
شاہ محمود ندیم	(لکھاری، تھیٹر)
نادیہ حسین	(ماڈلنگ، اداکاری)
سویرا ندیم	(ادارہ، پروڈیوسر، ڈائریکٹر)
نبیل	(اداکار)

طلعت حسین بہت ہی نام اور مشہور اداکار پی ٹی وی کے ابتدائی فنکاروں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ خرم صاحب بہت سنجیدہ ڈارے کے متعلق ان سے انٹرویو کیا اور موجودہ صورتحال کا تذکرہ کیا خرم صاحب نے فلم کے بارے میں چند سوالات کیے اس انٹرویو کے مطالعے سے طلعت حسین سے نئی نئی باتیں معلوم ہوتی ہے ڈرامے کے بارے میں ان کے خیالات سامنے آتے ہیں وہ کس نظر سے ڈرامے کو دیکھتے ہیں۔

خرم صاحب نے طلعت حسین سے سوال کیا موجود ڈراما گلیمر سے لبریز ہے تو کیا یہ بھی یہ ہماری عوامی زندگی کا عکس ہے؟

> ”بالکل! آپ کی عوامی زندگی کا عکس موجود ڈرامے میں موجودہ ہے۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ ڈرامے میں گلیمر اب آیا ہے، آج سے کئی سال پہلے جب یہ چینل نہیں تھے تو آپ کے ڈرامے میں دکھاوا موجود تھا لیکن اس وقت غور نہیں کیا گیا، شادی کی تقریبات میں رسومات کی ادائیگی اور بننا سنورنا یہ سب اس دور کے ڈرامے میں بناوت ہی تو تھی۔ چینلز کے آنے سے پہلے صورتحال یہ تھی کہ میڈیا سے جن لوگوں کا تعلق تھا وہ یہ اپنی ذمہ داری سمجھتے تھے کہ معاشرتی رویوں کو درست کیا جائے صرف تفریح طبع تک میڈیا کا کردار محدود نہ رہے۔

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-26

عوام الناس کو نہ صرف خبریں اور معلومات بہم پہنچائی جائیں بلکہ اس طرح کا اندازہ اپنایا جائے جس سے لوگوں کی ذہنی ترتیب بھی ہو اور ان کو باشعور بنایا جائے۔ اب زمانہ ایسا آگیا ہے کہ ہر شخص اپنی روٹی دال گھسیٹ رہا ہے اور اس کام میں کوئی دلچسپی نہیں لے رہا کہ عوام کی تربیت کی جائے اور رویوں میں بہتری لانے کے لیے کوشش کی جائے۔"(۱۰)

خرم صاحب نے ایک اور بہت عمدہ سوال پوچھا جس کا طلعت حسین نے جواب بھی بہت اچھا اور نتیجہ لمحہ فکریہ پر چھوڑا۔ خرم صاحب نے پوچھا آپ کو نہیں لگتا کہ دیگر ممالک کی فلموں سے استفادہ نہ کرنے کی بڑی وجہ زبان کی رکاوٹ ہے، جبکہ بھارت کی فلموں میں یہ رکاوٹ آڑے نہیں آتی؟

"اگر مجھ سے ایمانداری سے پوچھیں، آپ نے چونکہ اب یہ بات کر دی ہے تو میں بتا رہا ہوں کہ بھارت میں کیا نیشنل جغرافک چینل نے تراجم نہیں کیے اور کئی چینلز بھی یہ کام کر رہے ہیں حتی کہ کارٹونز تک کا ترجمہ کیا جا رہا ہے جبکہ ہمارے ہاں اس طرح کا کام کیوں نہیں ہو رہا۔ اس کی وجہ ہی ایک بات جو میں نے کہی کہ نیت کا بڑا عمل دخل ہے آپ دنیا کو الزام نہ دیں ہم اپنے ساتھ سب کچھ خود ہی کر رہے ہیں۔"(۱۱)

انوار مقصود کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں انور مقصود ایک منفرد تخلیق کار ہیں، انہوں نے ڈراما نگاری، گیت نگاری، مصوری، طنز و مزاح پر مبنی خاکے لکھے انوار مقصود نے آنگن ٹیڑھا، ستارہ اور مہر النساء اور نادان نادیہ جیسے ناقابلِ فراموش ڈرامے لکھے، خرم صاحب نے انور مقصود سے ڈراما کے متعلق ذاتی زندگی کے بارے میں اور گیت نگاری کے متعلق مختلف سوالات کیے اور معاشرے سے جڑے مسائل کے بارے میں چند سوالات بھی کیے اس انٹرویو میں انوار صاحب نے بتایا کہ وہ جو کہانیاں لکھتے ہیں اور ڈراموں کے موضوعات کا چناؤ کیا اخبار کی خبروں سے نکالتے تھے۔ ان کے کردار حقیقت سے جڑے ہوتے تھے وہ لوگوں کو سوچتے ہوئے لکھتے تھے کہ ٹی وی پر اگر کوئی ڈرامہ دیکھ رہے ہیں ان کے چھوٹے چھوٹے گھر اور دو، تین کمرے ہو گئے اس طرح کی چیزوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے وہ لکھتے تھے۔ گیت نگاری کے بارے میں انہوں نے بتایا کہ ان کا بیٹا بلال جو دھن بناتا ہے اس کے کہنے پر گیت لکھے ہیں وہ دھن بجاتا میں اس دوران گیت لکھا دیتا تھا۔

انوار صاحب نے بتایا کہ جب سے لکھنے والوں کی آمدنی زیادہ ہونا شروع ہوئی ہے انہوں نے محنت کم کر دی ہے جب پیسے کم ملتے تھے تو محنت زیادہ کرتے تھے کہ شاید ذرا سے پیسے زیادہ مل جائیں اب لکھنے والوں کو اتنا زیادہ

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-26

پیسہ مل رہا ہے کہ انہوں نے لکھنے کی طرف توجہ کم کر دی، اب جو مرضی آئے لکھتے رہو اس لیے سب لکھ رہے ہیں انوار صاحب نے بتایا کہ سنجیدہ لکھنے کی بہ نسبت مزاحیہ لکھنا زیادہ مشکل ہے۔

خرم صاحب نے بین الاقوامی شخصیات کے انٹرویو بھی کیے بھارت، امریکہ، برطانیہ، عبدالستار ایدھی، ڈاکٹر عائشہ جلال، گوپی چند نارنگ، کاملہ شمسی، محمد حنیف، رابرٹ ڈبلیو گیلسن، ایلس ایلیبینیا، منیزہ نقوی، صہبا سرور، شاہد آفریدی۔

ادب کی تاریخ میں ہندوستان سے گوپی چند نارنگ کی خدمات کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا گوپی صاحب نے تنقید، فکشن، شاعری، تحقیق اور لسانیات جیسے موضوع پر خوب لکھا ہے ان کی ۶۰ سے زیادہ کتابیں ہیں خرم صاحب نے گوپی صاحب سے تحقیق، تنقید، مغرب کے ادب کے بارے میں معلومات حاصل کی ہیں اور اس موضوع پر چند سوالات کیے۔

تنقید کے موضوع پر خرم صاحب نے پوچھا تنقید کے شعبے میں مختلف نظریات کا پرچار کرتے ہوئے اس قدر کنفیوژن کیوں پیدا کی جاتی رہی ہے؟ قاری کس کی بات کو تسلیم کرے اور کس کی رد کرے:

> ”یہ کنفیوژن اس لیے پیدا ہوتی رہی ہے کہ عام طور پر انسان کی فطرت میں شامل ہے وہ ٹیڑی پر چلنے کا عادی ہے آپ اس کو نئے راستے پر چلانے کی کوشش کریں گے تو وہ گھبرا جائے گا کیونکہ جب نیا راستہ بنائیں گے تو پتھروں کو تو تھوڑنا پڑے گا، کچھ توڑ پھوڑ تو ہو گی، پتھریلے راستے پر چلنے میں ذرا مشکل تو ہو گی مگر لوگ ایک لگے بندھے راستے پر چلنا چاہتے ہیں، تجربات کرنے میں انہیں خطرہ محسوس ہوتا ہے۔ تنقید کا سب سے بڑا کام یہ ہے کہ وہ ذہنوں کے تعصب کے جالے صاف کرے اور چیزوں کو معروضی طور پر دیکھا جائے مگر کچھ لوگ دیکھنا ہی نہیں چاہتے۔ اس کی مثال ترقی پسند تحریک ہے۔“(۱۲)

خرم صاحب نے اپنے وسیع مطالعے اور ذہانت کے بل بوتے پر بہت اعلیٰ شخصیات کے انٹرویو کیے اور نئے پہلو سامنے لے کر آئے۔ ان انٹرویو کے مطالعے سے بڑے لوگوں کے بارے میں بہت سی نئی نئی باتیں معلوم ہوئیں۔ کئی فنکاروں کی زندگی کے ذاتی گوشوں سے آگاہی حاصل ہوئی۔

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-26
ماخذ تحقیقی مجلہ

اس کتاب کے ذریعے سے ہم فنونِ لطیفہ کی نادر روز گار شخصیات سے ملتے ہیں اور کچھ وقت ان کی صحبت میں گزارتے ہیں۔ بڑے لوگوں سے ملاقات کا یہ احساس ہمیں معلومات کے علاوہ دلی انبساط بھی فراہم کرتا ہے اور خرم صاحب کی یہ کتاب اہم وصف ہے کیونکہ ادب کا ایک مقصد اخذ مسرت بھی ہے۔

مستنصر حسین تارڑ، افتخار عارف، سہیل وڑائچ، نعیم بخاری، ڈاکٹر طاہر مسعود، فاضل جمیلی، سلیم اختر نے اس کتاب کی شائع کے بعد خرم صاحب کی بہت حوصلہ افزائی کی۔

سُر مایا

خرم سہیل صاحب کی یہ کتاب عہدِ حاضر کے روایتی اور جدید گلوکاروں، موسیقاروں اور گیت نگاروں کے انٹرویوز کا مجموعہ ہے۔ ۲۰۱۱ء میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب انٹرویو کا مجموعہ ہے خرم صاحب کی پہلی دونوں کتابیں ویسے تو انٹرویو کے مجموعے ہیں جس پر کافی سینئر ادیبوں، شاعروں، صحافیوں اور گلوکاروں نے ان کی حوصلہ افزائی کی جیسا کہ راحت فتح علی خاں کہتے ہیں:

> ”اس کتاب میں فنکاروں کے کہے ہوئے انٹرویوز کی زبان نہایت عمدہ اور کئی سوال بہت لاجواب ہیں۔ اس کے علاوہ خرم کی تحریریں بالخصوص موسیقی پر لکھے گئے مضامین دل کو چھو لینے والے ہیں۔“[۱۳]

یہ کتاب گونج ہے اُن سازوں کی، جو دلوں کو نرم کرتے ہیں یہ بازگشت ہے ان فنکاروں کے مکالمے کی، جن کی آواز روح سے کلام کرتی ہے۔ یہ کتاب صرف لکھے ہوئے لفظوں کا ڈھیر نہیں بلکہ سروں کی وہ تسبیح ہے، جس کے پروانے پر بندے سے معبود کی محبت کا وظیفہ پڑھا گیا اس لیے کہا جا سکتا ہے یہ گفتگو، صحافی کا صوفی سے مکالمہ ہے۔

اس کتاب میں ہونے والے مکالمات نے فنکاروں کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو بیان کیا ہے اس کتاب کے اندر ایک جہان آباد ہے، جہاں گلوکار اپنی دھن میں باتیں کر رہے ہیں موسیقار اور سازندے اپنے سروں کو کھول کر لپیٹ رہے ہیں گیت نگاروں کی گفتگو مجیب کی تشریح بیان کر رہی ہے۔

خرم صاحب نے اپنی کتاب سرمایا میں تقریباً ساٹھ لوگوں کے انٹرویو جمع کیے ہیں۔ جن کو موسیقی کے کسی نہ کسی اسلوب سے نہ صرف گہرا تعلق رہا ہے بلکہ جنھوں نے سُر کے راستے نام کمایا ہے اور موسیقی کے سراہنے والوں کے دل و دماغ پر اپنا نقش چھوڑا ہے۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-26
ماخذ تحقیقی مجلہ

خرم صاحب نے اپنے دور کے گلوکاروں، سازندوں، لوک فنکاروں اور نغمہ نگاروں کے ساتھ طویل بیٹھک کر کے ان کے فن اور زندگیوں کی کہانیوں میں وہ مشترک قدریں دریافت کی ہیں جو فنکار کو اس کی منزل تک لے جاتی ہیں کر وہ دنیا کی نظر میں آتا ہے۔ اور اپنے کمال کی داد پاتا ہے۔ موسیقی سے تعلق رکھنے والوں کی زندگی میں اندر تک جھانک کر حقیقتوں کی کھوج لگانا بھی انہیں ایک طرح کا خراج عقیدت پیش کرنے کے مترادف ہے اس کے بعد جب کبھی ان کے سر گونجیں گے تو ان کی پر تان ہمیں یہ بھی یاد دلائے گی کہ اس منزل کو انہوں نے کیسے کیسے جتن کر کے پایا ہے۔ عامر ذکی اس کتاب کے حوالے سے کہتے ہیں:

"میں نے اپنی زندگی میں جتنے بھی انٹرویوز دیئے ان میں سے یہ انٹرویو سب سے بہترین ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ خرم اپنے کام سے بے حد محبت کرتا ہے۔"(۱۴)

خرم صاحب نے جن کلاسیکی موسیقی کاروں کے انٹرویو اس کتاب میں لکھے ان کی فہرست کچھ یوں ہے:

استاد فتح علی خان	(پٹیالہ گھرانہ)
استاد رئیس	(میواتی گھرانہ)
استاد حسین بخش گلو	(شام چوراسی گھرانہ)
استاد حامد علی خان	(پٹیالہ گھرانہ)
فریدالدین ایاز	(قوال بچہ، گھرانہ)
مظہر امراؤ ہندو خان	(دلی گھرانہ)
رضا علی خان	(قصور پٹیالہ گھرانہ)
پروفیسر ذوالفقار علی	(گوالیار گھرانہ)

صیغہ بیگ

خرم صاحب نے استاد فتح علی خاں سے موسیقی کی دھن کے متعلق کافی سوالات کیے اور ان کے گھرانہ کے متعلق بھی پوچھا موسیقی کی اصناف کے بارے میں پوچھا اور ان کو سب سے زیادہ مشکل کس صنف کو سیکھنے میں آئی۔ تو فتح صاحب نے بتایا کہ راگ سیکھنے میں سب سے زیادہ دقت پیش آئی خرم صاحب نے ان سے نئے گلوکاروں میں سریلا گلوکار کے بارے میں چند سوالات کیے جس میں ان سجاد علی، شفقت امانت زیادہ سریلے گاتے ہیں۔

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-26
ماخذ تحقیقی مجلّہ

خرم صاحب نے ان سے مزید سر اور تال کے متعلق سوالات بھی کیے۔ شوکت علی خرم صاحب کے بارے میں کہتے ہیں:

> ”خرم سہیل انٹرویو نہیں کرتا بلکہ اندر اتر کر فنکار کو کھوجتا ہے۔ خرم کھوجی ہے میں کچھ نہیں کہنا چاہتا تھا لیکن سب کچھ کہہ گیا، یہی خرم سہیل کے انٹرویو کا کمال ہے۔“(۱۵)

نیم کلاسیکی لوگ جن کے خرم صاحب نے انٹرویو کیے:

- مہدی حسن
- فریدہ خانم
- عابدہ پروین
- ٹینا ثانی
- سلامت علی
- عذرا ریاض
- طاہرہ سید
- راحت فتح علی خاں
- عدنان سمیع خان
- رفاقت علی خان
- ظل ہما

مہدی حسن کو پاکستان میں شاید ہی کوئی نہ جانتا ہو اپنے سروں کی وجہ سے یہ پاکستان کے علاوہ بھی کئی ملکوں میں سنے جانے والے گلوکار ہیں جن کے بارے میں لتا منگیشکر نے کہا تھا، مہدی حسن کے گلے میں بھگوان بولتا ہے اس جملے سے بہتر کوئی تعارف مہدی حسن کا نہیں ہو سکتا۔ ان کو شہنشاہ غزل کا خطاب ملا تھا خرم صاحب نے مہدی صاحب سے کلاسیکی موسیقی کی تعلیم کے بارے میں سوالات کیے اور ساتھ ہی ان کی گائیکی، سُروں اور غزل کے شعر کے بارے میں مختلف سوالات کیے خرم صاحب نے ایک سوال میں ان سے پوچھا، آپ نے اب تک کتنی غزلیں اور گیت گائے ہوں گے۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-26
ماخذ تحقیقی مجلّہ

یہ تعداد تقریباً ۶۵ ہزار سے زیادہ ہے۔ مگر اس کا باقاعدہ کوئی ریکارڈ نہیں ہے۔ ۸ سال کی عمر سے گا رہا ہوں۔ پاکستان اور ہندوستان کے ریڈیو سے بھی گایا۔ ۵۰ کے قریب غزلوں کے البم ہیں۔

خرم صاحب نے ان سے پوچھا آپ کے خیال سے غزل گائیکی میں شاعر کی لکھی ہوئی غزل کا جادو کتنا چلتا ہے یا صرف اچھی دھن کافی ہوتی ہے کسی سماعت کو اپنے سحر میں جکڑنے کے لیے؟

> "غزل گائیکی کا صحیح لطف اس وقت آتا ہے، جب اچھی اور خوبصورت دھنوں کے ساتھ اشعار بھی اچھے ہوں۔ میں نے غزل کی گائیکی کو نت نئے رنگ دیئے میری غزلوں کی مقبولیت کا راز صرف یہی تھا کہ میں نے انہیں کلاسیکی رنگ میں ڈھال دیا۔ میری نظر میں کوئی گزل، گیت یا کوئی گانا اس وقت تک مقبول نہیں ہو سکتا، جب تک اس میں کلاسیکی رنگ شامل نہ کیا جائے۔ پہلے لوگ اپنے کام کے ساتھ پورا انصاف کرتے تھے۔ ایک گانا کئی کئی دن میں تیار کیا جاتا تھا مگر اب صورتحال اس کے برعکس ہے۔"(۱۶)

پوپ یعنی انگریزی سے اُردو میں آیا خرم صاحب نے بہت مشہور گلوکاروں کے انٹرویوز بھی کیے جن کی فہرست یہ ہے:

- محمد علی شہکی
- سجاد علی
- ابرار الحق
- جواد احمد
- علی ظفر
- عاطف اسلم
- سلیم جاوید
- احمد جہانزیب
- نجم شیراز
- ہیدر رشمد ہارون
- عینی خالد

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-26

- نعمان جاوید

عاطف اسلم بہت ہی مشہور گلوکار جو نہ صرف پاکستان میں بلکہ بین الاقوامی سطح پر جانے جاتے ہیں خرم صاحب نے ان سے انٹرویو کے دوران ان کے کام کے متعلق سوالات کیے عاطف اسلم نے ہر طرف گائیکی میں اپنا فن دیکھا بلکہ فلموں میں کام کیا اور بھارتی فلموں کے لیے بھی گایا امریکا کے مقبول بینڈ گنز اینڈ روز کے ساتھ بھی کام کیا ہے شعیب منصور کی فلم "بول" میں اداکاری اور گلوکاری نے ان کی شہرت کو چار چاند لگا دیئے۔

خرم صاحب نے عاطف صاحب سے پوچھا آپ نے کچھ عرصہ پہلے ہالی ووڈ کی ایک فلم میں میوزک دیا تھا اور گانا بھی گایا تھا:

"جی ہاں! تین چار سال پہلے میں نے ہالی ووڈ کی ایک فلم میں پُش کارٹ میں میوزک دیا تھا اور اس فلم کا ایک گانا بھی اپنی آواز میں ریکارڈ کیا تھا۔"(۱۷)

عاطف اسلم کا تیسرا البم میری کہانی کے متعلق خرم صاحب نے پوچھا کہ کس کی کہانی تھی، آپ کی؟

"بے شک ہم زندگی میں جن تجربات سے گزرتے ہین اس سے ہم سیکھتے ہیں اور سب کچھ ہمارے کام میں بھی دکھائی دیتا ہے۔اس لیے آپ کہہ سکتے ہیں کہ وہ میری کہانی تھی۔"(۱۸)

بینڈ زباجے بجانے والوں کے گروہ کے بھی خرم صاحب نے انٹرویوز کیے جن میں:

- جاوید بشیر (میکال حسن)
- سلمان احمد (جنون)
- شفقت امانت علی (فیوژن)
- بلال، فیصل (اسٹرنگز)
- روحیل حیات (وائٹل سائنز)
- تیمور رحمان (لال)
- بیشا شفیع (اوّور لوڈ)
- علی ٹم (مائل اسٹون)
- فراز انور (مضراب)

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-26
ماخذ تحقیقی مجلہ

شفقت امانت علی جنہوں نے فیوژن بینڈ بنایا اور بہت مقبولیت حاصل کی خرم صاحب نے ان سے انٹرویو میں بہت سارے بینڈ کے بارے میں بات کی اور ان کے فیوژن بینڈ پر بھی چند سوالات کیے ہیں۔

امانت علی نے کلاسیکی موسیقی کی روایت سے ہٹ کر مشرقی اور مغربی موسیقی کے امتزاج کو اپنایا امانت صاحب نے بھارتی فلموں کے لیے نغمات ریکارڈ کیے۔

خرم صاحب نے ان سے سوال کیا! فیوژن بینڈ کا کیا ہوا؟

"میں فیوژن بینڈ سے بہت آگے آچکا ہوں ہر چیز کی ایک عمر اور وقت ہوتا ہے جب بینڈ بنانے کا وقت تھا تو بینڈ بنا لیا تھا۔ اب مجھے لگا کہ نہیں کچھ اور بھی رکھا ہے زندگی میں تو میں نے اپنے ان خیالات کو عملی جامہ پہنانے کا سوچ لیا اور اسی پر کام کر رہا ہوں۔"(۱۹)

امانت صاحب نے بھارت میں پانچ فلموں کے لیے گانے ریکارڈ کروائے امانت صاحب کے کلام میں صوفیائے کرام میں بابا بلھے شاہ، بابا فرید اور دیگر صوفی شعرا کا کلام منتخب کیا ہے۔

گلوکار پیدائشی ہوتا ہے یا ریاضت سے بنتا ہے؟

"گلوکار تو محنت کے بعد ہی بنتا ہے اگر آپ کو لگتا ہے کہ آپ پیدائشی طور پر گلوکار ہیں تو پھر بھی آپ کو کسی استاد کے پاس جانا ہو گا نعمت اور محنت دو الگ باتیں ہیں نعمت مل جاتی ہے جبکہ محنت کی جائے تو مقام ملتا ہے۔"(۲۰)

- فوک
- شوکت علی
- ریشماں
- عطا اللہ عیسیٰ خیلوی
- سائیں ظہور
- عارف لوہار

عارف لوہار بہت ہی مشہور گلوکار اور اداکار ہیں چمٹے کی دھن پر گانے والا یہ گلوکار اب تک ہزاروں گیت گا چکے ہیں ان کے کلام میں صوفیاء انداز نظر آتا ہے۔ ۲۰۰۵ء میں حکومت پاکستان سے پرائڈ آف پرفارمنس حاصل کرنے والا یہ گلوکار لوک موسیقی کی دنیا میں خاص انداز رکھتا ہے خرم صاحب نے انٹرویو میں ان کی آواز، موسیقی پر

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-26

چند سوالات کیے اور ان کے لباس، کلچر کے بارے میں بھی پوچھا آپ ہمیشہ خالص پنجاب کے کلچر کو اپنے کپڑوں اور موسیقی کے ذریعے فروگ دیا، کیسا لگتا ہے:

"ہر فنکار اپنی ثقافت کا سفیر ہوتا ہے مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں نے اپنی دھرتی پنجاب کی نمائندگی کی اور صرف یہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں اپنے ملک کی عکاسی کی، مجھے اچھا لگتا ہے اگر میں اپنے لباس اور میوزک کے ذریعے اپنے کلچر کو فروغ دے سکوں۔"(۲۱)

سازندے/باجا بجانے والے

- پنڈت وشوا موہن بھٹ
- میکال حسن
- عامر ذکی
- استاد تاری خان

عامر ذکی کی شہرت پاکستان کے صف اوّل کے گٹارسٹ کے طور پر ہے پاکستان کی پہلی انسٹرومنٹل البم "سگنیچر" کمپوز کی اور گٹار کے تار سے دل کے تاروں کو چھیڑ دیا ہے۔ عامر ذکی صاحب کی موسیقی دل کو نرم کرتی ہے انہوں نے بہت خوبصورت دھنیں تخلیق کی ہیں سر سے پیار کرتے ہیں خرم صاحب نے ان سے سر، دھن گٹار، فیوژن میوزک اور ان کے کام کے متعلق سوالات کی بھرمار کر دی۔ سر کے بارے میں کچھ یوں پوچھا:

سر سے پیار نہیں ہے جس کو وہ مورکھ انسان نہیں آپ اس بات کے زیرِ اثر تھے، اس لیے سُر کی محبت میں تخلیق کا سفر کیا؟

"جی ہاں! یہ گانا بھی میں بچپن میں گاتا تھا اور کہتا تھا کہ کیا بات ہے۔ میرے والد اور بڑے بھائی جو کہ مصور بھی ہیں وہ الیسٹرن کلاسیکل میوزک سنتے ہیں اور ہم سب اس بات پر متفق تھے کہ یہ گانا ایک اٹل سچ ہے اسی لیے جب ہم کسی بھی ثقافتی میوزک کو سنتے ہیں یا میوزک بناتے ہیں تو ہم ایک دوسرے سے جڑتے چلے جاتے ہیں فکری سطح پر ہم کہیں بھی ہوں مگر موسیقی کا احساس دنیا مین رہنے والے کسی بھی شخص کو اپنے اثر میں لے لیتا ہے کیونکہ موسیقی کا کوئی ملک نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کی کوئی سرحد ہوتی ہے۔ اسی لیے میں میوزک میں فوک میوزک کو سب سے زیادہ طاقت ور مانتا ہوں نصرت فتح علی خان اس کی ایک روشن مثال ہیں۔"(۲۲)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-26

خرم صاحب نے ان سے شاعری کے متعلق بھی پوچھا اور شعر بھی سنے۔ موسیقار جن کے خرم صاحب نے انٹرویو کیے:

- ❖ نثار بزمی
- ❖ ارشد محمود
- ❖ وقار علی

ارشد محمود وہ موسیقار ہیں جن کو بیک وقت غزل گائیکی، پورک میوزک، سائلنٹ واٹر کی موسیقی میں کامیابی حاصل ہوئی تھی۔

خرم صاحب نے ارشد صاحب سے موسیقی کے متعلق چند سوالات کیے اور جن کے ساتھ کام کیا ان کے متعلق کافی کچھ پوچھ اور اس سے سوالات کیے اور ان کے کام کے متعلق بھی پوچھا کچھ یوں انداز میں آپ نے اب تک کتنا کام کیا ہے؟

"بہت کام کیا ہے، میں نے کئی ڈراموں کے بیک گراونڈ دیئے، جن میں دھوپ کنارے، تنہائیاں اور کئی کھیل شامل ہیں۔ نیزہ نور کی فیض کے کلام کی پہلی البم بھی میں نے کمپوز کی، پھر غالب کے کلام پر مختلف سنگرز کے ساتھ ایک البم میں کام کیا، اس کے بعد علامہ اقبال کے کلام کو کمپوز کیا، اس میں بھی پاکستان کے سرفہرست گلوکاروں نے گایا، میں تقریباً اپنے تمام ہم عصروں کے ساتھ کام کر چکا ہوں۔" (۲۳)

گیت نگار جن کے خرم صاحب نے انٹرویوز کیے:

- ❖ خواجہ پرویز
- ❖ حمایت علی شاعر
- ❖ امجد اسلام امجد
- ❖ ایوب خاور
- ❖ صابر ظفر

امجد اسلام امجد پاکستان کی معروف شخصیت جنھوں نے نہ صرف گایا بلکہ مصنف، ڈراما نگار، شاعر بھی ہیں۔

خرم صاحب نے ان سے انٹرویو میں گیت نگاری کی جہتوں نظمیں، غزلیں، لطیفے کے متعلق سوالات کیے خرم صاحب نے ان کے لکھنے سے لے کر کامیابی کے ادوار تک ہر طرح کے سوالات کر کے تہذیب و ثقافت کے متعلق سوالات کرتے ہوئے اس انٹرویو کو لحہ فکری نتیجے پر چھوڑا ہے جیسا کہ ایک سوال میں خرم صاحب نے پوچھا آپ کی گیت نگاری نظمیں اور غزلیں اپنے اندر دکھ سمیٹے ہوئے ہوتی ہیں ایک اداسی ہوتی ہے لیکن آپ خود بہت زندہ دل ہیں، یہ کیا راز ہے؟

> ''ہمیں ایسا ہی ہونا چاہیے۔ میں اگر ادیب اور شاعر ہوں تو میں منہ بنا کر بیٹھا رہوں، میں نے کسی پر کوئی احسان تھوڑی کیا ہے۔ میری کوش طبعی کی بنادی وجہ میرا اسپورٹس مین ہونا ہے۔ میں نے ابتدائی زندگی میں بہت سے کھیل کھیلے کود کو چاق و چوبند رکھا۔ کھیل کھیلنے سے آپ یہ سیکھتے ہیں کہ شکست کیسے تسلیم کی جاتی ہے اور فتح کا جذبہ کیا ہوتا ہے۔''(۲۴)

امجد اسلام امجد نے اس انٹرویو کے ذریعے بتایا کہ وہ سب سے پہلے خود کو شاعر اور پھر ڈراما نگار سمجھتے ہیں۔ ان کے لکھے ہوئے ڈرامے وارث جیسے آج تک لوگ نہیں بھولے۔ امجد صاحب رومانوی شاعری کو پسند کرتے ہیں ان کی نظر میں رومان روشن پہلو ہے کہ آپ کی نظر میں حسن ہو۔ وہ کسی بھی صورت میں ہو سکتا ہے کوئی شخص یا کوئی جگہ آپ کو اچھی لگ سکتی ہے۔ امجد صاحب نے مزاحیہ ڈرامے بھی لکھے۔ امجد صاحب کی ۶۰ کتابیں پبلش ہو چکی ہیں۔

خرم سہیل صاحب کے انٹرویو انگریزی میں بھی شائع ہو چکے ہیں ان کنور سیشن ود لیجنڈز کے نام سے۔ اس کے اب تک دو ایڈیشن آ چکے ہیں پہلا ۲۰۱۷ء میں اور دوسرا ۲۰۲۱ء میں۔ عفراء جمال نے یہ کتاب ثانیہ سعید کے مشورہ سے انگریزی میں لکھی تھی خرم سہیل صاحب کے یہ انٹرویو عفراء جمال نے انگریزی میں لکھے ہیں۔

خرم سہیل کے انٹرویو کی خوبی یہ ہے کہ قاری لفظوں کے ذریعے اس شخصیت کے مزاج، فن فکر اور نظریات کی مکمل تصویر دکھ سکتا ہے میرے خیال میں خرم صاحب نے یہ کام بڑے بھرپور طریقے سے کیا ہے خرم صاحب نے لفظوں کے مفاہیم کو اپنی جملہ سازی سے بھرپور اور گہرا کیا ہے۔ ان انٹرویوز کے ذریعے ان تمام شخصیات کے خفیہ گوشوں تک خرم صاحب کے ذریعے رسائی ممکن ہو سکی ہے۔ خرم صاحب کو انٹرویو لینے کا فن آتا ہے۔

عابدہ پروین خرم سہیل کے بارے میں کہتی ہے:

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-26
ماخذ تحقیقی مجلہ

"مجھے خرم سے گفتگو کرنے کے بعد ایسا لگا جیسے یہ وہ فقیر ہے جو خدا کی تلاش میں ہے یہ پریشان اور اپنے شوق کی انتہا کو چھو لینے والا قلم کار ہے۔ یہ انٹرویو نہیں بلکہ ماضی کا وہ سفر تھا جو مجھے کئی صدیاں پیچھے لے گیا۔"(۲۵)

خرم سہیل کے انٹرویوز کی خاص بات یہ ہے کہ انہیں دنیا کے سیاسی، ثقافتی اور سماجی معاملات کی گہرائی اور وسعت کا احساس ہے اور وہ اپنے انٹرویوز میں جہاں اپنے قاری کے علم میں اضافہ کرتے ہیں، وہاں اپنے انٹرویو کے جذبات اور احساسات بھی پوری سچائی سے بیان کرتے ہیں خرم صاحب اپنے انٹرویو کے دوران زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرتے ہیں اپے مدِ مقابل کے دل میں جھانکتے اور اندر چھپے خیالات، تصورات اور راز باہر نکالتے ہیں۔ خرم سہیل کے انٹرویو پڑھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ انتہائی محنت سے انٹرویو کی تیاری کرتے ہیں اہم موضوعات کو چھیڑ کر وہ تحمل سے جواب سنتے ہیں۔

خرم سہیل کے انٹرویو کہانیوں اور کرداروں کی طرح اپنے اندر بہت سے معنویت چھپائے ہوئے ہے۔ ان میں تہہ در تہہ معنی ہیں۔ لفظوں کا صحرا ہے کیفیت کا جنگل ہے۔ خواہشوں کا عکس ہے اور دعاؤں کے پرندے ہیں۔ جن کو اِن کی گفتگو میں اُڑتا ہوا محسوس کرتے ہیں، انٹرویوز میں کئے جانے والے سوالات اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ خرم سہیل تحقیق اور بے ساختگی کے فن سے آشنا ہیں۔ شعر و ادب فنون لطیفہ میں دلچسپی کے ساتھ ساتھ، فلسفہ، نفسیات تاریخ پس منظر اور کرنٹ افیئرز پر بھی گہری نظر رکھتے ہیں۔ وہ باتیں دہرانے سے گریز کرتے ہیں اپنے خیالات کو منطقی انداز میں لکھنا، ہر موضوع کے تناظر میں ماضی، حال اور مستقبل پر گہری نظر ہوتی ہے۔ یہ کتاب پڑھنے کے بعد خرم سہیل کی کام سے سچی لگن کا احساس محسوس ہوتا ہے۔

حوالہ جات

۱. خرم سہیل، گینجی کی کہانی، کراچی: راحیل پبلی کیشنز، ۲۰۲۱ء، ص ۱۲
۲. انٹرویو، راقمہ، مس عائشہ، برقی رابطہ، وقت ۳:۳۵، ۱۶ دسمبر ۲۰۲۲ء
۳. انٹرویو، راقمہ، خرم سہیل، برقی رابطہ، وقت ۴:۰۰، ۱۹ دسمبر ۲۰۲۲ء
۴. انٹرویو، راقمہ، خرم سہیل، برقی رابطہ، وقت ۲:۳۰، ۲۲ دسمبر ۲۰۲۲ء
۵. خرم سہیل، ہاتھوں کی پیالی میں ٹھنڈی چائے، کراچی: سٹی بک پوائنٹ، ص ۱۴
۶. خرم سہیل، باتوں کی پیالی میں ٹھنڈی چائے، کراچی: سٹی بک پوائنٹ، ۲۰۱۲ء، ص ۷
۷. ایضاً، ص ۱۳

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-26

۸. ایضاً، ص ۱۴
۹. ایضاً، ص ۳۳
۱۰. ایضاً، ص ۲۶۴
۱۱. ایضاً، ص ۲۶۸
۱۲. ایضاً، ص ۳۶۶
۱۳. خرم سہیل، سرمایا، لاہور: الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء، ص ۱
۱۴. ایضاً
۱۵. ایضاً
۱۶. ایضاً، ص ۸۸
۱۷. ایضاً، ص ۱۸۷
۱۸. ایضاً، ص ۱۸۸
۱۹. ایضاً، ص ۲۵۳
۲۰. ایضاً، ص ۲۵۸
۲۱. ایضاً، ص ۳۲۹
۲۲. ایضاً، ص ۳۴۸
۲۳. ایضاً، ص ۳۸۸
۲۴. ایضاً، ص ۴۱۶
۲۵. ایضاً، ص ۱۲